

ابراہیم ذوق کے اردو کلام میں تراکیب و تلمیحات Idioms and Allusions in the Urdu Poetry of Ibrahim Zauq

^۱ ڈاکٹر راشدہ قاضی

محمد وقاص

Abstract:

Sheikh Ibrahim Zauq was among the eminent poets of the Delhi School, who refined the genres of qasida and ghazal with fascinating idiomatic expressions, simultaneous everyday language, and well-placed Persian compounds. The present study examines the stylistic and linguistic use of idiomatic constructions (attractive compounds) and allusions (references and symbolic narratives) in Zauq's poetry. For this purpose, Kulliyat-e-Zauq, Intikhab-e-Kalam-e-Zauq, Aab-e-Hayat, and other reliable literary texts have been used as primary sources. This research reveals that Zauq, through (1) Arabic and Persian genitive constructions, (2) Delhi idioms and phrases, (3) simile- and metaphor-based compositions, and (4) allusions drawn from religious traditions and classical narratives, amassed a wealth of meanings within his ghazals and qasidas. Consequently, his poetry, marked by linguistic purity, structural accuracy, and the ease of everyday expression, remains closely connected to the esteemed tradition of the "Khaqani of India". This study paves the way for further exploration of the intertextual connections in Zauq's allusions and the linguistic features of the Delhi School.

Keywords: Sheikh Ibrahim Zauq, idiomatic constructions, allusions, Delhi School, qasida, ghazal, Aab-e-Hayat.

شیخ محمد ابراہیم ذوق دبستان دہلی کے نامور اصحاب سخن میں سے تھے جنہوں نے قصیدہ و غزل کے دامن کو محاورات دلنشین، روزمرہ کی برجستگی اور فارسی ترکیبات راست و درست سے نکھار عطا کیا۔ زیر نظر مقالے میں ذوق کے کلام میں برتنے گئے تراکیب (مرکبات خوشنما) اور تلمیحات (اشارات و رموز حکایات) کا اسلوبی و لسانی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس غرض سے کلیات ذوق، انتخاب کلام ذوق، تذکرہ آب حیات اور معتبر متون ادب کو ماخذ بنایا گیا۔ اس تحقیق سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ذوق نے (۱) عربی و فارسی اضافات، (۲) دہلوی محاورات و تراکیب، (۳) تشبیہی و استعاری ترکیبوں، اور (۴) روایات دینی و حکایات کلاسیکی پر مشتمل تلمیحات کے ذریعہ اپنی غزل و قصیدہ میں معانی کے انبار جمع کیے۔ نتیجتاً ان کا کلام صفائی زبان، درستی ترکیب اور سہولت روزمرہ کے ساتھ "خاقانی ہند" کی جلیل القدر روایت سے پیوست دکھائی دیتا ہے۔ یہ مطالعہ آئندہ کے لیے ذوق کی تلمیحات کے بین المتونی ربط اور دبستانی لسانیات پر مزید غور و فکر کی سبیل فراہم کرتا ہے۔

کلیدی الفاظ: شیخ ابراہیم ذوق، تراکیب، تلمیحات، دبستان دہلی، قصیدہ، غزل، آب حیات۔

اردو کلاسیکی شاعری کی تاریخ میں شیخ محمد ابراہیم ذوق کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی فنی بصیرت، قصیدہ گوئی کی رفعت اور غزل کی سلاست سے ایک مستقل پہچان قائم کی۔ ذوق کی ادبی اہمیت محض اس لیے نہیں کہ وہ دہلی کے آخری دور کے درباری شاعر اور بہادر شاہ ظفر کے استادِ سخن تھے، بلکہ اس بنا پر بھی ہے کہ ان کے کلام نے اردو زبان کو ایک مخصوص صفائی اور برجستگی عطا کی۔ ان کی شاعری میں قصیدہ گوئی کا وقار، مدحیہ رنگ کی فحامت اور غزل کی زبان کی لطافت یک جا ہو کر ایسی ہم آہنگی پیدا کرتی ہے جس کی

^۱ سکالر پی ایچ۔ ڈی، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان۔

^۲ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان (Corresponding Author)

مثال کم ملتی ہے۔ ذوق کے یہاں بیان میں جو چستی اور فصاحت پائی جاتی ہے، وہ ان کے طبعی ملکہ اور زبان پر قدرت کی غمازی کرتی ہے۔

ان کے کلام میں دہلی کے خالص روزمرہ اور محاورات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ محاورے کی صحت اور روزمرہ کے بر محل استعمال نے ان کی غزل کو سہل ممتنع کے قریب تر بنا دیا۔ وہ مشکل اور گنجلک تراکیب کے بجائے سادہ، رواں اور بامحاورہ زبان کے قائل تھے، مگر ساتھ ہی فارسی ترکیبات اور اضافات کو اس سلیقے سے برتتے ہیں کہ ان کا شعر نہ صرف معنوی تہ داری حاصل کر لیتا ہے بلکہ صوتی و لسانی حسن سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔ ذوق کی ترکیب سازی کی درستی اور بندش کی مضبوطی نے ان کے اشعار کو وقار بخشا۔ ان کے کلام میں ”چشم گہر بار“، ”گردش ایام“ اور ”عرق شرم“ جیسی ترکیبات نہ صرف تصویری پہلو اجاگر کرتی ہیں بلکہ فارسی کلاسیکی شاعری کے ساتھ ان کا رشتہ بھی مستحکم کرتی ہیں۔

لغوی اعتبار سے ”ترکیب“ کا ماخذ عربی لفظ ”رکب“ ہے جس کے معنی ہیں جوڑنا یا ترتیب دینا۔ جب کہ علم الکلام اور علم المعانی میں ترکیب کا مقصد دو یا دو سے زائد الفاظ کے ملاپ سے معنویت اور تاثیر پیدا کرنا ہے۔ اردو زبان نے تراکیب سازی میں بے حد وسعت دکھائی ہے۔ ترکیب سازی دراصل لفظوں کو نئے ڈھنگ سے جوڑنے اور ایک تازہ معنوی جہت عطا کرنے کا عمل ہے، جب کہ تلمیح ماضی کے کسی مذہبی، تاریخی یا اساطیری واقعے کی طرف اشارہ کر کے کلام کو گہرائی بخشتی ہے۔ یہی دونوں عناصر کسی بھی شاعر کے انفرادی اسلوب اور انشا پر دازی کو پہچان بخشتے ہیں۔ ابراہیم ذوق کے کلام میں یہ دونوں فنی عناصر نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ وہ تراکیب کے ذریعے خیالات میں وسعت پیدا کرتے ہیں اور تلمیحات کے ذریعے کلام میں تہہ داری اور فکری گہرائی پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا اسلوب سہل اور عام فہم ہونے کے باوجود اپنی معنوی سطح پر گہرا اور پر اثر ہے۔ پروفیسر ضیاء الدین انصاری اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ ”ذوق کے کلام میں مشکل پسندی کم اور سلاست زیادہ ہے، تاہم تراکیب کی تازگی اور تلمیحات کی معنوی تہہ داری ان کے کلام کو بلند مرتبہ عطا کرتی ہے۔“

واقعہ یہ ہے کہ ذوق کی شاعری میں تراکیب محض صناعتی نہیں بلکہ ایک تخلیقی وسیلہ ہیں جو خیال کو نکھارتا ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ کہتے ہیں کہ :-

ہم رونے پر آجائیں تو دریا ہی بہا دیں^۲

تو یہاں ”دریا بہانا“ ایک محاوراتی ترکیب ہے جو مبالغے کے ذریعے رنج و غم کی شدت کو اجاگر کرتی ہے۔ اسی طرح ذوق نے قرآنی و اسلامی تلمیحات کے ذریعے اپنے کلام کو معنوی عظمت عطا کی۔ ان کا یہ شعر اس کی روشن مثال ہے:

دیکھ سکتا جو تجلی رخ جاناں کو

لن ترانی کا سزاوار نہ موسا ہوتا^۳

یہاں ”لن ترانی“ بہ طور تلمیح قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت موسیٰ کو دیدارِ الہی کی ناممکنی سے آگاہ کیا گیا۔ اس تلمیح نے شعر کو نہ صرف معنوی گہرائی دی بلکہ قاری کے ذہن کو مذہبی و روحانی پس منظر کی طرف بھی منتقل کر دیا۔ ذوق نے ترکیب سازی اور تلمیحات کو اپنی شاعری میں نہ صرف برتا بلکہ انھیں فنی اور فکری سطح پر ہم آہنگ کر کے اپنے اسلوب کو ایک انفرادیت عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں سلاست اور سادگی کے باوجود فکری و معنوی رفعت کارنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ ذوق کے کلام میں تراکیب کی مثالیں:

ذوق کے کلام میں ترکیب سازی نہایت رنگارنگ اور متنوع صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی فنی بصیرت اور شعری مہارت کے ذریعے الفاظ کو اس انداز سے جوڑا کہ ان میں نہ صرف دل کشی اور حسن پیدا ہوا بلکہ معنوی وسعت بھی پیدا ہو گئی۔ ان کی تراکیب ایک طرف زبان کی شستگی اور فصاحت کا پتہ دیتی ہیں تو دوسری طرف ان میں ایک خاص قسم کی نغسگی اور موسیقیت بھی جھلکتی ہے۔ ذوق نے عام محاورات اور روزمرہ کو با محاورہ اور پراثر تراکیب میں ڈھال کر اپنی شاعری کو عوامی ذوق کے قریب تر کر دیا۔ ان کی ترکیب سازی محض الفاظ کے جوڑتک محدود نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک فکری شعور، تخیلاتی وسعت اور لسانی تجربہ پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں تراکیب کے استعمال سے نہ صرف معنی میں گہرائی اور تہہ داری پیدا ہوتی ہے بلکہ قاری کے لیے ایک بصری و صوتی لذت بھی میسر آتی ہے۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ ذوق کی شاعری میں ترکیب سازی ان کے کلام کو ایک ایسا جمالیاتی تاثر عطا کرتی ہے جو اسے اپنے ہم عصروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

۱۔ ترکیب اضافی:

ترکیب اضافی اردو شاعری کی ایک اہم صنف ہے جس کے ذریعے مضاف اور مضاف الیہ کے تعلق

سے معنی میں گہرائی، تہہ داری اور بلاغتی حسن پیدا ہوتا ہے۔^۴ ابراہیم ذوق نے اسے اپنی شاعری میں بڑی مہارت اور فنی شعور کے ساتھ برتا ہے۔ ان کی ترکیب سازی محض الفاظ کے ظاہری امتزاج تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایک فکری پس منظر اور تخیلاتی وسعت کارفرما نظر آتی ہے۔ ذوق کے اشعار میں ترکیب اضافی کے کئی دل کش نمونے ملتے ہیں۔ مثلاً ان کا مشہور شعر:

مشتِ خاک ہوں خاک میں مل جاؤں گا ذوق

گنجینہٴ قارون بھی رہ جائے گا یہیں^۵

یہاں ”مشتِ خاک“ اور ”گنجینہٴ قارون“ دو نہایت موثر ترکیبیں ہیں۔ ”مشتِ خاک“ انسانی وجود کی فنا اور بے ثباتی کو نہایت بلیغ انداز میں اجاگر کرتی ہے۔ دوسری طرف ”گنجینہٴ قارون“ محض دولت کی فراوانی کا اشارہ نہیں بلکہ دنیاوی لالچ اور فانی متاع کی بے قدری کا استعارہ ہے۔ اس طرح یہ شعر قاری کو یہ سبق دیتا ہے کہ انسان کی حقیقت مٹی کے سوا کچھ نہیں اور دنیاوی خزانے بھی بالآخر یہاں رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح ذوق نے ”نقشِ کفِ پا“ جیسی ترکیب کا استعمال کر کے بتایا کہ یہ محض محبوب کے قدموں کا نشان نہیں بلکہ وہ علامت ہے جسے دیکھ کر عاشق کے دل میں عقیدت اور محبت کی کیفیات ابھرتی ہیں۔ اس ترکیب نے عقیدت کے ایک لمحے کو پائیدار اور پر اثر بنا دیا ہے۔

ذوق نے ترکیب اضافی کے ذریعے نہ صرف معنوی گہرائی پیدا کی بلکہ اپنی شاعری کو فکر انگیز اور سبق آموز بھی بنایا۔ ان کے کلام میں یہ تراکیب محض الفاظ کی خوب صورتی نہیں بلکہ انسانی وجود، کائناتی حقیقت اور دنیاوی زندگی کی ناپائیداری کا گہرا فلسفہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق کی ترکیب سازی اردو غزل کے جمالیاتی اور فکری پہلو دونوں کو نئی جہت عطا کرتی ہے۔

۲۔ ترکیبِ توصیفی:

اردو شاعری میں ترکیبِ توصیفی صفت اور موصوف کے امتزاج سے نہ صرف زبان کو دلآویز بناتی ہے بلکہ بیان میں تاثیر اور منظر کشی میں جان ڈال دیتی ہے۔ ذوق کے یہاں یہ ترکیبیں کردار، کیفیت اور منظر کو جیتی جاگتی شکل عطا کرتی ہیں۔ مثلاً ”نجاتِ قدم“ سے عزم و استقامت، ”رخِ تابناک“ سے جمال کی درخشانی، ”تنِ لاغر“ سے کمزوری کی شدت اور ”مریضِ جاں بلب“ سے نزع کے عالم کی تصویری کیفیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ ذوق کا ایک شعر اس خوبی کو مزید نمایاں کرتا ہے:

رخ تابناک دیکھ کے بے خود ہوا ذوق
 ثابت قدم بھی ہو تو لڑکھڑا ہی جائے^۶
 اس شعر میں ”رخ تابناک“ حسن کی چمک کو اور ”ثابت قدم“ عزمِ راسخ کو مجسم کر دیتے ہیں۔
 یوں ترکیبِ توصیفی کے ذریعے محض ایک کیفیت نہیں کیا بلکہ ایک جیتا جاگتا منظر رکھ دیا گیا ہے۔
 ۳۔ ترکیبِ عطفی:

ترکیبِ عطفی میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو ”واوِ عطف“ یا بغیر کسی اضافی لفظ کے اس طرح جوڑا
 جاتا ہے کہ ان کے مجموعے سے ایک جامع اور وسیع مفہوم پیدا ہو۔ یہ طرزِ بیان نہ صرف معنوی ہم آہنگی پیدا
 کرتا ہے بلکہ کلام میں زور اور تاثیر بھی بڑھاتا ہے۔ ذوق کے یہاں اس ترکیب کا استعمال فنی مہارت اور لسانی
 قوت کی دلیل ہے۔ مثال کے طور پر ذوق کا شعر:

کروفر سے وہ گزرتے ہیں کوچہ جاناں سے
 صبر و تاب ہو اگر تو یہ منظر سہ جائے^۷

○ کروفر (کبر و فر) میں شان و شوکت اور جاہ و جلال کا پہلو ملتا ہے۔

○ صبر و تاب (صبر و تاب) میں برداشت اور حوصلے کا ملاحظہ مفہوم سامنے آتا ہے۔

یہاں شاعر نے دو ترکیبوں ”کروفر“ اور ”صبر و تاب“ کے ذریعے تضاد آمیز کیفیت کو اجاگر کیا
 ہے۔ ایک طرف معشوق کی جاہ و جلال اور بے نیازی کا منظر ہے تو دوسری جانب عاشق کے صبر و ضبط کی
 آزمائش۔ یوں ترکیبِ عطفی نے معنوی وسعت کے ساتھ شعر کو طنز، جذباتیت اور بصری تاثر سے بھر دیا۔

۴۔ ترکیبِ بندشی / محاوراتی

ذوق کے کلام میں ترکیبِ بندشی اور محاوراتی اظہار کی جھلک بڑی کثرت سے ملتی ہے۔ ان کے
 اشعار میں زبان کی روانی اور محاورات کی برجستگی اس قدر نمایاں ہے کہ قاری کو ایک فطری لذت اور قربت
 کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں محاورات محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک زندہ اور حیثیتی جاگتی تصویر
 بن کر ابھرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ”دریا بہانا“ ایک محاوراتی ترکیب ہے جو حد سے زیادہ کی شدت کو واضح
 کرتی ہے۔ ذوق کا مصرع ”ہم رونے پر آجائیں تو دریا ہی بہادیں“^۸ اس ترکیب کو مبالغے اور شدتِ جذبات
 کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اسی طرح ”آنکھ کا تارا“ ایک اور محاوراتی ترکیب ہے جو کسی محبوب یا عزیز کی بے حد

اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ ذوق نے ان تراکیب کے ذریعے اپنے کلام کو نہ صرف فصاحت و بلاغت سے مزین کیا بلکہ عوامی محاورات کو شعری پیکر میں ڈھال کر اپنی شاعری کو روزمرہ زندگی سے قریب تر بنا دیا۔ اس طرح ان کی شاعری میں محاوراتی تراکیب عوامی ذوق کی نمائندہ اور زبان کی سلاست کا بہترین نمونہ ہیں۔

۵۔ ترکیب استعاراتی / کنایہ

ترکیب استعاراتی / کنایہ ذوق کی شاعری کا ایک اہم اسلوبیاتی وصف ہے۔ استعاراتی تراکیب میں شاعر کسی شے یا کیفیت کو دوسری چیز کے ساتھ جوڑ کر نہ صرف معنی کو تہہ دار کرتا ہے بلکہ اس میں وجدانی، تخیلاتی اور فنی حسن بھی پیدا کرتا ہے۔ ذوق کے یہاں یہ تراکیب محض لفظی چمک دمک نہیں بلکہ گہری معنویت اور شعری رمزیت رکھتی ہیں۔

مثال کے طور پر ”بیعت دست سبو“ ایک نہایت بلیغ ترکیب ہے، جس میں شاعر نے مے نوشی اور صوفیانہ بیعت کو یکجا کر کے ایک نیا استعاراتی مفہوم پیدا کیا ہے۔ اس ترکیب میں شراب نوشی محض لذت جسمانی نہیں بلکہ ایک روحانی اور وجدانی کیفیت کا استعارہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح ”شعلہ آواز“ آواز کی شدت اور تیزی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک آتشیں کیفیت کی تصویری شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جب کہ ”زلفِ معنبر“ میں محبوب کی زلف کو خوشبو کے ساتھ جوڑ کر حسن و عشق کی ایک نئی جمالیاتی جہت پیدا کی گئی ہے۔

ذوق کا شعر اس اسلوب کی عمدہ مثال ہے:

بیعت دست سبو کر کے ہوا ہوں میں ذوق

زلفِ معنبر میں ہے شعلہ آواز کا جادو

یہاں تین استعاراتی تراکیب ایک ساتھ برتی گئی ہیں۔ ”بیعت دست سبو“ میں صوفیانہ روحانیت اور شراب کی لذت کو ملا کر ایک وجدانی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ ”زلفِ معنبر“ میں محبوب کے حسن اور خوشبو کی تاثیر یک جا ہو گئی ہے جب کہ ”شعلہ آواز“ نے صوتی حسن کو ایک بصری کیفیت دے دی ہے۔ یوں ایک ہی شعر میں صوت، رنگ، خوشبو اور وجدانی کیفیت کی آمیزش ہو کر کلام کو کثیر الجہتی معنویت عطا ہوئی ہے۔ یہی استعاراتی تراکیب ذوق کے کلام کو تہہ داری، وجدانی رنگ اور موسیقیت بخشتی ہیں اور ان کی شعری صنایع کو اردو کلاسیکی روایت میں ممتاز مقام دلاتی ہیں۔

ذوق نے محض روایتی اسلوب کو نہیں برتا بلکہ اپنی انفرادی تخلیقی قوت سے انھیں ایک نیا رنگ اور تازگی عطا کی۔ تراکیب کے ذریعے ان کے اشعار میں نہ صرف موضوعاتی وسعت پیدا ہوئی بلکہ موسیقیت، فصاحت اور بلاغت بھی نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔ یہی ترکیب سازی ذوق کے کلام کو اردو شعری روایت میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

تلمیحات کا فنی و جمالیاتی پس منظر:

تلمیح ایک نہایت اہم اور دل کش صنعت ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے کلام کو گہرائی اور وسعت عطا کرتا ہے۔^{۱۰} اس کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ شاعر کسی تاریخی، مذہبی، قرآنی، حدیثی، اساطیری یا ادبی واقعے کو براہ راست بیان کرنے کے بجائے محض ایک لفظ، ترکیب یا مختصر اشارہ استعمال کرتا ہے، جس سے قاری کے ذہن میں وہ پورا واقعہ یا پس منظر خود بخود ابھر آتا ہے۔^{۱۱} اس صنعت کی خاصیت یہ ہے کہ شاعر کے کلام میں نہ صرف اختصار اور جامعیت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس میں تہہ داری اور معنوی گہرائی بھی بڑھ جاتی ہے۔ قاری جب اس اشارے کو سمجھتا ہے تو وہ کلام کے محض ظاہری حسن ہی سے محظوظ نہیں ہوتا بلکہ اس کی فکری و جذباتی جہات کو بھی محسوس کرتا ہے۔ تلمیح کی وجہ سے کلام میں ایک جمالیاتی حسن اور فنی نزاکت پیدا ہوتی ہے، جو اسے عام بیان سے ممتاز کر دیتی ہے۔ اس کے ذریعے شاعر قاری کو زیادہ علم، شعور اور پس منظر کے ساتھ مخاطب کرتا ہے اور کلام کے اندر معنوی کثافت اور فکری وسعت کو قائم رکھتا ہے۔^{۱۲} اس طرح یہ صنعت ادب کی خوب صورتی اور فنی تکمیل کا ایک لازمی حصہ بن جاتی ہے۔

ذوق کے کلام میں تلمیحات کی مثالیں:

ذوق کے کلام میں تلمیحات کا استعمال ان کے فنی کمال اور فکری گہرائی کا آئینہ دار ہے۔ انھوں نے قرآنی واقعات، اسلامی شخصیات، ادبی و اساطیری کہانیوں اور تاریخی اشخاص یا مقامات کو اپنے اشعار میں نہایت مہارت سے برتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری محض الفاظ کی آرائش نہیں بلکہ ایک فکری اور معنوی خزانہ بھی ہے۔

۱۔ قرآنی تلمیحات:

ذوق نے قرآنی واقعات اور علامات کو اشعار میں سمودیا۔ مثلاً ”ترک سجدہ“ سے مراد ابلیس کا

حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار ہے، جو انسانی تکبریم اور سرکش کی علامت کے طور پر آتا ہے۔ اسی طرح ”نامہ اعمال“ آخرت کے حساب و کتاب کی طرف اشارہ ہے، جب کہ ”بانگِ صور“ قیامت کے وقوع کو یاد دلاتی ہے۔ ”آیتِ سجدہ“ خدا کے حکم کی اطاعت اور ”لن ترانی“ حضرت موسیٰؑ کے مکالمہ ربانی کا حوالہ ہے، اور ”ہل من مزید“ جہنم کی بے انتہا وسعت کا قرآنی تلمیح ہے۔ ذوق کہتے ہیں:

کبھی لن ترانی سے آتا ہے جلوہ
کبھی ہل من مزید کی ہے صدا^۳

یہ شعر نہ صرف قرآنی تلمیحات سے مزین ہے بلکہ اس کے ذریعے انسانی تقدیر اور خدائی عظمت کو

واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ اسلامی شخصیات:

ذوق نے اسلامی شخصیات کے ذکر سے اپنے کلام کو روحانی رنگ دیا۔ مثلاً ”حب حسین“ کربلا کے جذبہ آیتار اور قربانی کا استعارہ ہے۔ ”مواخذہ حشر“ قیامت کے دن حساب و کتاب کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اور ”خرقہ درویش“ زہد و تصوف اور درویشانہ زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ذوق کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

جو نہ ہو حب حسین دل میں تو ہے کچھ بھی نہیں
مواخذہ حشر میں پھر کون سا ہوگا سہارا^۴

یہاں تلمیحات نے نہ صرف مذہبی جذبہ پیدا کیا بلکہ اشعار میں ایک وجدانی اثر بھی شامل کیا۔

۳۔ ادبی واسطیری تلمیحات:

ادبی اور اساطیری داستانوں کو بھی ذوق نے بڑے فنکارانہ انداز میں اپنی شاعری میں سمویا۔ ”بید مجنوں“ اور ”کلامِ قیس“ لیلیٰ مجنوں کی داستانِ محبت کو یاد دلاتے ہیں۔ ”وامق و عذرا“ اور ”فرہاد“ جیسی تلمیحات عاشقانہ وفاداری اور قربانی کے استعارے کے طور پر استعمال کی گئیں۔ ذوق کہتے ہیں:

بید مجنوں ہوں کہ روتا ہوں ہوا کے ساتھ میں
یا فرہاد ہوں کہ پہاڑوں سے لڑائی ہے مجھے^۵

یہاں تلمیحات نے ذوق کے اشعار کو محض ذاتی واردات تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہیں ایک عالمی

واسطیری تناظر دیا۔

۴- تاریخی تلمیحات:

ذوق کے کلام میں تاریخی شخصیات اور واقعات کا بھی کثرت سے ذکر ملتا ہے۔ ”اسکندر و دارا“ دنیوی طاقت اور فتوحات کی علامت ہیں، جب کہ ”جادوئے بابل“ سحر و فریب اور ”سامری فن“ دھوکا دہی و فتنہ انگیزی کی علامت ہے۔ ذوق کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

نہ اسکندر رہا باقی نہ دارا کا نشان
سامری فن بھی ہوا، جادوئے بابل کی طرح^۱

یہاں ذوق نے تاریخی تلمیحات کے ساتھ دنیا کی ناپائیداری اور وقت کی بے رحمی کو بیان کیا ہے۔ ذوق کے کلام میں تلمیحات کا استعمال نہ صرف اشعار کی معنوی تہہ داری میں اضافہ کرتا ہے بلکہ قاری کو مذہبی، تاریخی، ادبی اور روحانی حوالوں کی ایک وسیع کائنات سے روشناس کراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق کی شاعری محض فصاحت و بلاغت نہیں بلکہ فکر و بصیرت کا آئینہ بھی ہے۔
ذوق کی ترکیب و تلمیح کا اسلوبیاتی مطالعہ

اردو غزل کی روایت میں تراکیب و تلمیحات کا استعمال ہمیشہ سے ایک نمایاں اسلوبیاتی خوبی رہا ہے، مگر جس انداز میں شیخ محمد ابراہیم ذوق نے ان کو برتا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ذوق کے یہاں یہ محض لفظی زیبائش یا شاعرانہ آرائش نہیں بلکہ فکری اور جمالیاتی تہہ داری کا وسیلہ ہے۔ انھوں نے تراکیب کے ذریعے نئے معنوی امکانات کو جنم دیا اور الفاظ کی بندش میں ایک ایسا حسن پیدا کیا جو ان کے کلام کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اسی طرح تلمیحات کے استعمال نے ان کی شاعری کو کلاسیکی روایات اور تہذیبی شعور سے جوڑ دیا، جس کے نتیجے میں ان کے اشعار محض فنی مشق نہیں رہتے بلکہ عہد کی فکری جھلکیاں بھی پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق کا کلام تراکیب و تلمیحات کے حوالے سے ایجاز، اعجاز اور ندرت خیال کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ ذوق نے:

۱. خیالات کی ندرت کو نمایاں کیا۔
۲. الفاظ کی بندش میں مہارت دکھائی۔
۳. ایجاز اور اعجاز بیان پیدا کیا۔
۴. کلام کو جمالیاتی اور فکری گہرائی عطا کی۔

ابراہیم ذوق کی شاعری میں تراکیب و تلمیحات نہ صرف زبان و بیان کی چاشنی بڑھاتے ہیں بلکہ ان کے فکری و جمالیاتی ذوق کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ تراکیب کے ذریعے انھوں نے خیال کو نزاکت، رعنائی اور ندرت بخشی جب کہ تلمیحات کے ذریعے اپنے کلام کو قرآنی، مذہبی اور تاریخی پس منظر سے جوڑا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اسلوب قاری کے لیے سہل، دلکش اور پراثر بن گیا۔ ان کی شاعری میں تراکیب و تلمیحات کی یہ ہم آہنگی ان کے ادبی قد کو نمایاں اور اردو غزل کی روایت کو مزید مستحکم کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱. کالی داس گپتا، خاکانی ہند ذوق دہلوی (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۲۰۰۱ء)، ۵۴۔
۲. محمد ابراہیم ذوق، کلیات ذوق (جلد اول)، مرتبہ: تنویر احمد علوی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء)، ۷۸۔
۳. ایضاً، ۸۳۔
۴. سید محمد حسینی، حلّ ترکیب (دہلی: مطبع یوسفی، سن ندارد)، ۱۳۲۔
۵. محمد ابراہیم ذوق، کلیات ذوق (جلد اول)، مرتبہ: تنویر احمد علوی، ۸۹۔
۶. ایضاً، ۹۲۔
۷. ایضاً، ۱۰۸۔
۸. ایضاً، ۱۲۸۔
۹. ایضاً، ۱۴۳۔
۱۰. ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشف تنقیدی اصطلاحات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ۴۴۔
۱۱. ایضاً، ۴۵۔
۱۲. ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ، بنیادی اردو قواعد (اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، ۲۰۱۸ء)، ۳۸۷۔
۱۳. محمد ابراہیم ذوق، کلیات ذوق (جلد اول)، مرتبہ: تنویر احمد علوی، ۱۷۲۔
۱۴. ایضاً، ۱۵۶۔
۱۵. ایضاً، ۱۷۶۔
۱۶. ایضاً، ۱۸۶۔
۱۷. محمود نیازی، تلمیحات (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۳ء)، ۱۴۔